

Let's Continue



part 2

کون ہے؟

hardt جیسے ہی تنهائی کے بعد اپنے کمرے کی طرف بڑھا، فضا اچانک بدلنے لگ۔

ہوا میں ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہونے لگا، جیسے سانس لینا بھی مشکل ہو گیا ہو۔

پہلے آسمان پر ایک لالی ابھری، پھر وہ لالی پھیلتی گئی اور پورا آسمان ایسے لگنے لگا جیسے خون سے رنگ دیا گیا ہو۔
چاند کھیں غائب ہو گیا۔ ستارے ایک ایک کر کے بجھنے لگے۔

ہوا تیز جھونکوں میں چلنے لگ۔
ہوسٹل کے درختوں کی شاخیں زور زور سے ٹوٹنے کے قریب آوازیں کرنے لگیں۔
گیٹ اور کھڑکیاں ہوا کے دباؤ سے زور زور سے بجنے لگیں:
دھڑام... دھڑام... دھڑام...

کوریڈور کی لائس جھپکنے لگیں۔
ایک لمحے میں پوری روشنی، پھر اگلے لمحے اندھیرا۔
روشنی اور اندھیرے کے بیچ حارت کے چہرے پر خوف صاف جھلکنے لگا۔

وہ اپنے آپ کو تسلی دیتا ہوا بڑھا:

"یہ بس وہم ہے... ہوسٹل پرانا ہے، اس لیے ایسا لگ رہا ہے۔"

مگر جیسے ہی وہ آگے بڑھا، اسے محسوس ہوا... کوئی اُس کے پیچھے ہے۔
بہت ہلکی سی آہٹ۔
قدموں کی چاپ۔

حارت نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔
اندھیرا۔ خالی کوریڈور۔

اس کا دل اور زور سے دھڑکنے لگا۔
اس بار اُس نے قدم تیز کر دیے۔

لیکن...

جو آواز اُس کے قدموں کے ساتھ تھی، وہ بھی تیز ہو گئی۔
ٹھک... ٹھک... ٹھک...

اب وہ تیز چل رہا تھا، اور وہ "کچھ" بھی اُسی رفتار سے ساتھ چل رہا تھا۔
پسینہ اُس کی پیشانی سے بہنے لگا۔

کوریڈور کی کھڑکی زور سے بند ہوئی۔ **دھڑام!**
حارت اچھل کر رک گیا۔

اس کا گلہ خشک ہونے لگا۔ وہ کانپتی آواز میں بولا:
"ک... کون ہے؟ سامنے آؤ!"

جواب؟

خاموشی۔ صرف ہوا کا شور اور بجتنی ہوئی کھڑکیوں کی آواز۔

حارت نے ایک بار پھر اپنے قدم بڑھائے، مگر اب وہ تقریباً بھاگنے لگا تھا۔
آئیں بھی اتنی ہی تیز۔
لگتا تھا جیسے کوئی اُس کے بالکل پیچھے ہے۔

اب اُس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

اس نے بمت کر کے اچانک پلٹ کر زور سے چلا یا:
"کون ہے؟ سامنے آؤ....!!!!"

پورے ہو سٹل میں اُس کی آواز گونج گئی۔
لیکن جواب میں صرف ایک سرد خاموشی ملی۔

اس کی نظریں ڈر کے مارے ہر طرف بھاگنے لگیں۔
اوپر... آسمان پر۔
پورا آسمان لال۔
چاند غائب۔
ستارے معدوم۔

وہ خوفزدہ لہجے میں بڑبڑایا:
"یہ... یہ کیا ہوربا ہے...؟"

پھر وہ اور زیادہ خوفزدہ ہو گیا۔ اُس نے پوری طاقت سے اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔

کوریڈور کی لائس اب پوری طرح ٹمٹما رہی تھیں، کبھی آن کبھی آف۔
دروازے خود بخود ہل رہے تھے۔

وہ بھاگتا گیا... بھاگتا گیا...
دل کی دھڑکن کانوں میں ڈھول کی طرح گونج رہی تھی۔

آخر کار اُس نے کمرے کا نمبر دیکھا، تیزی سے دروازہ کھولا، اندر گھسا اور دھڑام سے بند کر لیا۔
سانس پھولا ہوا تھا۔ پسینہ ٹپک رہا تھا۔

وہ دیوار سے ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گیا۔
خوف اور تھکن سے کانپ رہا تھا۔

اُس جگہ جدھر

حارت نے "کون ہے" کی آواز لگائی تھی۔
وہاں... اندھیرے میں دیوار کے پیچھے...۔

ایک کالا سایا بالکل خاموش کھڑا تھا۔
اس کے وجود سے عجیب سی سرد روشنی نکل رہی تھی۔

سايہ بلتا نہیں تھا، سانس نہیں لیتا تھا، بس خاموشی سے کھڑا تھا...
جیسے ابھی بھی حارت کو دیکھ ریا ہو۔

کامری میں آنے کے بعد

حارت پھر آئتے آئتے سانس قابو میں کرنے لگتا ہے۔

اس کی نظر دائیں طرف جاتی ہے۔

فراز، آصف اور بلال سکون سے اپنے بستروں پر گھری نیند سو رہے تھے۔

کسی کو خبر بھی نہیں تھی کہ ابھی باہر کیسی قیامت گزر گئی تھی۔

حارت نے بلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خود سے کہا:

"بس... بس حارت، تو پاگل ہوریا ہے۔ وہم تھا، سب وہم۔"

وہ بیگ ایک طرف رکھتا ہے، بستر سیدھا کرتا ہے، آئتے سے لیٹتا ہے۔
کچھ دیر کروئیں بدلتا ہے لیکن تھکن اتنی تھی کہ آخر کار نیند غالب آ گئی۔

صبح کا منظر

پرندوں کی چھپڑاہٹ۔

کھڑکی سے سورج کی بلکی روشنی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

حارت آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

اپنے بال سنبھالتے ہوئے ارد گرد دیکھا۔

کمرے میں اب بھی بلکی سی ٹھنڈک اور خاموشی تھی۔

وہ فوراً **فراز، آصف اور بلال** کی طرف بڑھا اور زور سے آواز دی:
"اٹھو بھائیو، یونیورسٹی کے لیے دیر ہو جائے گی!"

فراز آنکھیں کھولے بغیر کروٹ بدل کر بولا:

"حارت بھائی... ابھی دو دن بعد کلاسز ہیں، آج کوئی یونی نہیں۔"

آصف نیند میں ہی بڑا یا:

"ہاں یار... ابھی سو جا... بڑی مشکل سے نیند آئی ہے۔"

بلال نے تو سیدھا کمبل سر تک کھینچ کر بولا:

"قسم سے حارت، اگر پھر جگایا نہ تو یہ تکیہ تیرے منہ پر مار دوں گا۔"

یہ سن کر حارت حیرت سے کھڑا رہ گیا۔

پھر خود ہی ہنس پڑا:

"اوہ... مطلب کلاسز دو دن بعد ہیں... تو میں ہی الٹی دنیا کا شہزادہ بن رہا تھا۔"

پھر وہ سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے بولا:

"چلو... مگر جب تک میں ہوں، کوئی بھی دن ضائع نہیں کرنا۔ تم لوگ چاہے سو جاؤ، میں تو جاگ رہا ہوں۔"

اتنا کہہ کر اُس نے دوبارہ انھیں دیکھنے کے لیے پلٹا تو... تینوں دوبارہ گھری نیند میں ڈوب چکے تھے۔

حارت ہنستے ہوئے بولا:

"واہ... بڑی جلدی سوتے ہو تم لوگ۔"

دن کا وقت

اگلے چند گھنٹے حارت نے باسٹل کے چھوٹے موٹے کاموں میں گزارے۔

کبھی بیگ ترتیب دینا، کبھی کپڑے تہ کرنا، کبھی لابی میں جا کر پانی لینا، کبھی کینٹین کا چکر لگا لینا۔

دوپہر کے وقت فراز، آصف اور بلال بھی اٹھ گئے۔

کھانے پر سب نے خوب شور شرابہ کیا، کسی نے چائے گرادی، کسی نے پلیٹ آگ دھکیل دی۔

حارت اکثر مسکرا رہا تھا۔

کبھی کبھی اُس کی سادگی پر سب اسے چھیرتے بھی تھے۔

کھانے کے بعد جب سب آرام کرنے لگے تو حارت کھڑا ہوا اور بولا:

"یار، مجھے کچھ سوٹ خریدنے ہیں یونی کے لیے۔ میں mall جا رہا ہوں۔"

فراز نے بنسٹے ہوئے کہا:

"واہ بھائی، ابھی یونی شروع ہونے میں دو دن ہیں اور تیاری ایسے کر رہا ہے جیسے کل ہی وزیرِ اعظم کی تقریر دینی ہو۔"

آصف نے مزید چھیڑا:

"ہاں حارت بھائی... سوٹ لیتے وقت یاد رکھنا، ہماری شادیوں پر بھی کام آئیں گے!"

بلال نے تو قہقہہ لگایا:

"یار، مجھے لگتا ہے یونیورسٹی والے حارت کو فیشن شو میں بھی ڈال دیں گے۔"

حارت بنسٹے ہوئے سر ہلا کر بولا:

"تم لوگ مذاق کرو، مگر کل جب پروفیسر کھیں گے 'ڈریس اپروپریٹ ہونا چاہیے، تو تم تینوں میرے پاس کپڑے مانگنے آؤ گے!"

یہ کہہ کر اُس نے اپنا پرس اٹھایا، بلکہ سسی مسکراہٹ کے ساتھ دوستوں کو سلام کیا اور mall کے لیے نکل پڑا۔

حارت کا پہلا مال کا تجربہ

حارت دوپہر کے وقت ہاستل سے نکلا۔ بس اسٹاپ تک چلتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ نیا شہر کتنا مختلف ہے۔ گاؤں میں تو ہر چیز سامنے، چھوٹی چھوٹی، سادہ اور سیدھی۔ مگر یہاں کی گلیاں، بڑی بڑی سڑکیں، گاڑیوں کا شور، سب کچھ ہی الگ سالگ رہا تھا۔

وہ بس میں بیٹھا اور بلال کے بتائے ہوئے پتے پر چل پڑا۔ جیسے ہی بس ڈولمین مال کے سامنے رکی، حارت نے کھڑکی سے باہر جہانکا اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا:

"یا اللہ... یہ... یہ کیا ہے؟"

سامنے ایک شاندار، اونچا، روشنیوں سے چمکتا ہوا mall کھڑا تھا۔ شیشے کی دیواریں، بڑے بڑے سائیں بورڈز، اندر جاتے لوگوں کا بجوم... حارت کے قدم جیسے رک گئے۔

وہ بس سے اترا تو mall کے بڑے گیٹ کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ انہی بڑی عمارت اُس نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ کچھ لمحوں کے لیے وہ بالکل سنّاٹے میں آ گیا، جیسے دماغ ہی بند ہو گیا ہو۔

پھر آئستہ آئستہ بلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا:

”یہ... یہ تو پورے میرے گاؤں جتنا بڑا ہو گا... شاید اس سے بھی بڑا۔“

مال کے اندر کا منظر

حارت نے ہمت کی اور mall کے اندر قدم رکھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ہر طرف چمکتی روشنیوں کا جال، AC کی ٹھنڈی بوا، خوشبوؤں کی مہک، لوگوں کا شور اور دکانوں کی قطرائیں۔ رنگ برنگی کپڑوں کی دکانیں، shoes outlets، perfume shops اور ہر جگہ stylish outlets،

حارت کے قدم سست ہو گئی۔ وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھا، جیسے کوئی چھوٹا بچہ نئے کھلونے کی دکان میں داخل ہو جائے۔

لفٹ کا منظر

چلتے چلتے حارت کے سامنے ایک چمکتی ہوئی lift آ گئی۔ وہ کچھ لمحے رک گیا، پھر ہمت کر کے اندر داخل ہوا۔

جیسے ہی دروازہ بند ہوا اور lift نے اوپر جانا شروع کیا، حارت کا رنگ اڑ گیا۔

پیٹ میں عجیب سی گدگدی ہوئی اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا:

”اوہ... اللہ اللہ... یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ... یہ زمین تو نیچے رہ گئی... یہ... ہوا میں جاری ہے lift؟ یا اللہ خیر...“

وہ گھبرا کر ایک طرف سے دیوار کے ساتھ لگ گیا اور پھر آئستہ آئستہ لیٹ سا گیا، جیسے کسی roller coaster پر بیٹھ گیا ہو۔ اس کی سانس تیز ہو رہی تھی، آنکھیں خوف اور حیرت میں کھلی ہوئی تھیں۔

چند لمحوں بعد lift دوسری منزل پر رک گئی۔ دروازہ کھلا تو حارت جیسے زندگی کی بازی جیت گیا ہو۔

وہ فوراً باہر نکلا اور زور سے بولا:

”شکر ہے! بچ گیا میں... اللہ کا شکر ہے...“

پھر اپنے کپڑوں کو سیدھا کرتے ہوئے اُس نے اردگرد دیکھا، اور بلکہ سب مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا کر آہستہ آواز میں بولا:

”اگر کوئی ساتھ ہوتا تو میرا پکا مذاق بنتا lift میں... اللہ کا کرم ہے میں اکیلا تھا...“

اور وہ آہستہ آہستہ mall کے اندر چل پڑا۔

حارت اور کپڑوں کی تلاش

حارت دوسری منزل پر پہنچا تو چاروں طرف شاندار دکانیں تھیں۔ ہر shop کے باہر روشنیاں جگمگا رہی تھیں، mannequins پہنے ہوئے کپڑے ایسے لگ رہے تھے جیسے فلمی اداکاروں کے وارڈروب سے نکلے ہوں۔

وہ دکان سے دکان دیکھتا جا رہا تھا۔ کسی دکان میں shirts، کسی میں jeans، کسی میں branded jackets، کسی میں jeans کی قطاریں۔ ہر mannequin پہناوا ایسے دکھا رہا تھا جیسے وہ خود کہہ رہا ہو: ”لے جا مجھے، تجھے star بنا دوں گا۔“

حارت کی آنکھیں حیرانی اور دل میں خواہشیں، لیکن جیب میں... صرف گنے چنے پیسے۔

وہ کبھی ایک قمیص دیکھتا، کبھی دوسرے سوٹ کی قیمت پر نظریں جما لیتا۔ مگر ہر tag پر لکھی بھاری رقم دیکھ کر اس کے دل پر بوجھ سا پڑتا جا رہا تھا۔

”یہ تو میرے پورے مہینے کا خرچ نکل جائے گا... نہیں... یہ تو میرے گاؤں کا آدھا خرچ نکل جائے گا...“
وہ دل ہی دل میں سوچتے ہوئے آگے بڑھتا گیا۔

پھر ایک دکان دار جو کچھ دیر سے حارت کو غور سے دیکھ رہا تھا، مسکرا کر قریب آیا۔

”بھائی جان، آپ کو کچھ سستے اور اچھے کپڑے چاہیں لگتا ہے نا؟“

حارت شرمندگی سے مسکرايا، نظریں جھک گئیں۔
”جی... بان...“

دکاندار نے نرمی سے کہا:

”پھر آپ نیچے پہلی منزل پر چلے جائیں۔ وباں budget والے کپڑے مل جاتے ہیں۔ یہاں تو زیادہ تر branded اور مہنگے ہیں ہیں۔“

یہ سن کر حارت کا دل جیسے خوشی سے بلکا ہو گیا۔ اس نے دکاندار کا شکریہ ادا کیا اور نیچے جانے کے لیے راستہ ڈھونڈنے لگا۔

لفٹ کا ڈر

جیسے ہی وہ corridor میں آگے بڑھا، اس کی نظر سامنے آتی چمکتی ہوئی لفت پر پڑی۔

لفٹ کے دروازے کھلتے اور بند ہوتے دیکھ کر اس کے پیٹ میں پھر وہی گدگدی اور ڈر تازہ ہو گیا۔

”نہیں... نہیں... اب دوبارہ اس میں نہیں جانا... بالکل نہیں۔“
اس نے خود سے کہا اور پیچھے ہٹ گیا۔

چند لمحے وہ وہیں کھڑا سوچتا رہا کہ پھر جائے کیسے؟ لوگ ایک کے بعد ایک لفت میں گھستے اور مزے سے نیچے اتر جاتے۔
مگر حارت کے قدم لفت کے قریب بھی نہ جا سکے۔

اتنے میں ایک گارڈ نے حارت کو پریشان کھڑا دیکھا۔ وہ آگے آیا اور مسکرا کر بولا:
”بھائی جان، آپ کو نیچے جانا ہے؟“

حارت نے بچکچاتے ہوئے کہا:

”جی... وہ... نیچے جانا ہے مگر میں... لفت میں نہیں بیٹھوں گا۔“

گارڈ نے بلکی سسی ہنسی کے ساتھ باتھ سے اشارہ کیا:

”تو پھر ادھر آئیے، یہ سیدیان ہیں۔ سیدھا نیچے پہلی منزل پر لے جائیں گی۔
آسان ہے۔“

سیڑھیوں سے اترنا

حارت نے سکون کا سانس لیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

سیڑھیوں پر پاؤں رکھتے ہی اس نے نیچے جہانکا تو ایک لمبی سرپل سیڑھی جیسے گھرائی میں جاتی ہوئی دکھائی دی۔
وہ آبستہ آبستہ قدم رکھتا ہوا نیچے اترنے لگا۔

ہر قدم پر وہ سوچتا:

”یہ سیڑھیاں بھی بڑی شان سے بنی ہیں... میرے گاؤں کی کچی اینٹوں والی سیڑھیاں ہوتیں تو اب تک ٹوٹ چکی ہوتیں...“

آخری چند قدم اُترنے کے بعد جب وہ پہلی منزل پر پہنچا تو اُس کے چہرے پر اطمینان کی مسکراہٹ آگئی۔

”بس... اللہ کا شکریے، نیچے پہنچ گیا۔ لفٹ سے تو بہتری یہ راستہ۔“

اور وہ چاروں طرف سستی دکانوں کی قطاروں کو دیکھنے لگا۔

اب اگے کے لیے انتظار کروں